

فانی — ایک معنوی ترتیب

خواجہ منظور حسین

فانی نے تصنیف و تصنیف و شاعری کی ناخوشی، شاعری کی ناخوشی کو جانے کتنے غزلوں کا بیڑا عرق کئے کا زمرہ دار کر دیا ہے۔ غزلوں اور مثنویوں کے قطع نظر جو حقیقتی مسائل پر انھوں نے ہم سے کہا کہ اس باب میں احکام و احکام سے ان میں ایک غزل غلام حافظ اور دوسری غزل ہاروی فانی ہیں۔ وہ ہنگامی کے فانی کا رویہ پر تمام لئے بغیر انھوں نے یہ غزلی نظم لکھا ہے:

کو راز دینی زانو سے زانو	مرد و بے مرگ و فانی خود بہ روش
غیر از غالی از کام جیسا است	بچہ سبیل اختیار پر زوار حیات
تا آوازی و زاری ساز و قرا	از جہاں بی زاری ساز و قرا
الغیر از این غزل مرگ است و دنیا	فی حق و کرم مرگ است و دنیا

اس سے بگاڑ نہیں کیا جاسکتا کہ فانی کی شاعری کا ایک مخصوص دار کی قوتیں آگاہ ہے۔ اس انتخاب کی ایک فرض یہ دیکھنا اور دیکھنا ہے کہ کیا اس لئے کہ فانی کی شاعری میں ایک خاص قسم کا کام ایسا بھی ہے جس کی بارگاہ باہر ہو۔

فانی نے فانی پر اپنے سفر میں شیک کیا ہے کہ کائنات و حیات کی شاعری یا قصہ و روایت شاعری بہت افسانہ پر گئے گی جس میں لفظ و لفظوں کے باوجود ایک رنگی پاک شاعری ہوگی۔ اس انتخاب کی دوسری فرض کلام کی مراد و شاعری سے یہ تصنیف کرتے ہیں۔ مراد و شاعری ہے کہ کائنات و حیات کی جو شاعری فانی نے کی ہے اس پر ایک رنگی کا تمام وار د ہوگا ہے یا خود ان کا یہ بیان صادق آتا ہے۔

نیرنگی حسیات و جذبات ہوتی ہیں

فانی کے کام میں اپنے اپنے حوسہ دہی وایت آتی ہیں کی سوز و ساز میں ڈھولتی ہوئی دار و ست تو کھینچتی ہے۔ مگر شاعری انھوں نے اپنے وقت کے دیکھتے مسائل کی جوت کو غزل کی زبان میں جس طرح میں سمجھنا اور لکھا ہے کہ ان کی باتیں آج کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ مضمون غزل اور فانی کے فیروز غزل کی ہی جلی رہی ہے۔

خدا اور انسانیت: ہر چہ کہ اور ہے حقیقت

کئے کا کہ میں نہیں، وہ تو ہے

خوبی ہے جہو یکہ کمال فانی

میری غزل کی آواز میں ان کا نظریہ تھا

اے! ان کے لئے کہ وہ دیکھ کر تھا

میں صورت میں نے تجری صحت دیکھ لی

تیری کیلیوں سے کسی طرح کم نہیں

دل کی کیلیوں کو گھنٹی میں آئے دیکھ

تیرے حقائق سے دیکھتا ہے حرف ان میں

یاس کی شکل میں سید نظر آئے ہے
 جس کو یہ کہہ کر دیکھ کر تباہی ہوئی
 میں پر نصیب وہ مجھ کو عشق پہنچا
 جو تیرا دیکھنے اور اسی سید وار ہے
 دیکھ لی کوئی دل مری قسمت کی دیکھ لے
 جس کو دیکھ کر تیرا دیکھ لے
 مجھے کی ہوس کی ہے عشق کی سر پہ

نیرنگی حسیات مہذبیات

غائب دل ہے غیب انداز کی دنیا فانی
 میں ہوں سدا کو چنگ نہروں اور چرخ
 دل اک عالم سستی سے تو سر عالم خوش
 اور جس سے یہ کہی کہ عوالم غافل ہے
 تھی ہماری قسمت میں بندگی خدا کو کر
 بندہ خدا کی ہے مدی خدا کی کا
 بندہ نے خدا کی بندہ خدا کو کر
 گھبرا گیا خود کی دیکھیں سے فانی
 سے تو عشق دل کی کڑیوں میں بھرا
 عشق سے کام لے عشق پہ ایمان ہی
 انسان کی سزا ہے اس کے ہر

ہاں خود اور خود دلی عرفاں ہوتا
 غور غور اور خود سدا جو الہ ہوتا
 خدا کا امت تارچہ کہ کہیں نہیں
 شکل ہے کوئی کام تو انسان ہوتا
 نقشہ خشر جسم کھڑا تو ہر انسان ہے
 کسی کے جلوئے حالت رہا کہ کیا کہیں
 شکست و گسر دیکھ کا نہ دیکھنے مارا
 یہ اس کا ہوش رہا کہ کھٹ نہیں
 عالم ہر قدر ذوقی خواب ہے
 ایک دلی عشق میں ہر تو کھٹ کہ بجز نہیں
 مجھ دی عشق کو یہ شکست نہ دے

فانی مرے گل برقع چہرہ بیکاسپی
 سا کچھ میں اختیار کے ڈھالے ہوتے تو ہیں
 جہم آواز میں چہرے تھے مجھ کو کی راز
 اس کی مری سید صبر کی دنیا
 یہ کیا نظام تھا سدا بے انتہا ہے
 میں دیکھ کر کوئی گوشہ بے گوشہ کہ ہوا
 ہر سے بدلا دیکھ گیا رنگ تھا اپنا
 گل بدلا ہے اس کی فادہ تھا اپنا

مزاج کی ترکیب

کہتے ہیں میں کو عشق دو دہاں چلایا
 محروم ہی محروم نے غمزدی ہی پھر کے گواہی
 تھے تھے فانی ہاں عواں گواہی نیم حرم
 برقی درخشم عشق چاہ ہوں فانی

رنگ رنگ کو درویش نے گسبلی بنلایا
اس کو زبا سوا تو بھی زبان بنا دیا
ظہر ظہم رفوہ لڑی لڑی ظہر ہی گئی
دھڑکی سیکنہ قاتی میں چپ بیکہ لڑی کی
درویش نے نصیب بخش کیستہ بخش پناہیوں
خانی دار با کئی ہوں ظہم ہی مجھے دھندلے

جواب: دل تو ازنی دریاں نہ لے سکے
یہ ہوں وہ درویش کہ نہ درویش گاہیوں
کٹیورہ اپنا ظہم چھوٹا پناہیوں کا دل
یاد ظہم کو کئی رہی یا خود لڑا کوش رہی
یہاں دو لے کے پریشان ہوں یعنی غافل ہوں
غافل ہی نہیں غافل ہیں وہی غافل ہوں

یہاں ہوں ظہم کر کے دل کا پیام
خیر و شر مراد صلیح و جنگ
راہ نمیرنگی حقیقت ہوں
یہاں ہوں غافل حقیقت ہیرنگ
ظہم بولا، قصاصے ظہم چل
مرنے کے بے اختیار دیکھم دل
اک بھری طبیعت کا بہت کم بدلی

قار وا اضطراب: درویش و شور تھا سکون سیاست
خیر سے، اضطراب میں گزری
ظہم کی بار جواب دل چہ اختیار ہے
بہت قرار کے پٹے میں بے قرار ہے
ہماری دامن مریج ہے بے قرار کی کا
اک اضطراب کی صورت میں اس قرار ہے
جواب اور سکون: ظہم بولا، شور آواز تھا، غولاف
ظہم کے پہلے ہی تڑپا دیا دل کے
میں ہر تڑپ سکون کی دنیا لے رہے

آئندہ آواز و گیر ضبط اور جوش غم

آئندہ کے سرخشاہ ہر خطہ دل چک نہ لے رہے
دل چہ گناہ میں ہی ہے، کھلی ہے غم کو جوش ہے
قافیہ میں ہیں آئندہ کے دل کا دل کا دل
آئندہ کے دل کا دل کا دل کا دل
مری تھکوں میں آئندہ کے دل کا دل کا دل
آئندہ کے دل کا دل کا دل کا دل
آپنا ہے وہ آگ کے دہانے آئندہ کے دل کا دل
آئندہ کے دل کا دل کا دل کا دل
آئندہ کے دل کا دل کا دل کا دل

محاشق جڑے کا آواز چھوٹا

دیکھا نہ دین دل کے گسبلی بنلایا
وہاں گزرتی غم دنیا لے رہے
دیکھی ہیں مجھے گزرتیوں کی آئین
آبادیاں خیالی سمرا لے رہے
جس کو گزرتیوں کا گم
خاک دل انہی ہے عظیم بیابان کے لے

یہ کوچہ تھالی ہے آبادی رہتا ہے
اک خاک نشین، خاک خاک نشین آیا
لا کام میں جذبہ غوی کو بھی
پہنچیں مستند کی کب تک؟

اس بزم میں نور سے چند دھبے نکلتے

دل آباد کا فاقی کوئی غم نہیں
ہاں مگر میں کوئی سر سے بر باد ہے
مگر غم میں ہے حالِ دعا و دعاؤں کا
جتنی ملے رہا وصلِ نیاں کا
آہ اور دل بر باد میں اک حشر ہوا کر
جنا اور دل آباد کو پروا نہ ہوا ہے
آتشِ تن میں ہم پروردہ آفت ہیں
ستے قند و دانِ آفتاب سے حشر ہوا
آسمان سر پر اٹھ لینے کی ہمت اب کہیں
لب تک نہیں بھی اگر ہیں تو اگر نہیں
انصاف ہوتا ہوں انصاف ہو جائے گا
پیدا کر دے آئیں غالی نہیں نہ نہیں
صبا دیوں پر ہفت گنا ہفت گنا
ہیں ایک آواز میں سونے اور تک ہیں
یہ غلامِ برق، تھیں وہامِ آفتاب، صبا دیوں

معاشرتی احساس:

کشمیر میں حال اہل کشمیر تو دیکھا
کشمیر میں غلامی کا زنجیر تو دیکھا
جسے ہم کیا تھے دیکھتے ہم کیا ہیں
کشمیر کے خواب، چنی تعبیر تو دیکھا
پھولوں کی نظروں تو رنگت دیکھی
عشق کی دل گدا از حالت دیکھی
قدت کا کٹر نظر آیا کشمیر
دفعہ میں سوئی ہوئی جنت دیکھی
ہا کیر ہوا کی تازگی سے محروم
دراہدوں میں بند و شکن سے محروم
ہے قابلِ رحم عورتوں کی حالت
زمرہ ہیں مگر ہیں زندگی سے محروم
ساقی یہ دیکھی حال سے غلامی ہے
پیارا یہ افسانہ پیا نہ نہیں ہے
مے خانہ عالم میں ہے ہل چل غلامی
پیارا مگر چمک رہا ہے کوئی
قوست کی گلشن دیکھی دلتے ہوئے غلامی کے
کبھی کی بھیاں ہوں انکے چھانواں ہیں غلامی پر
ہ سوختہ سماں کی کس کس کے دکھام آئی
لی ایک ڈاک بھی مرادِ غلامی نے
یا اسے کر کسی بکلی کے حوالہ دیا
یا مرے غم کی قسمتیں مگر پیدا کر
یوں دیکھتے ہیں میرا آب و گل میں کیا
قسطوں سے کہیں دل کو دوسرے جگہ کے دیکھا

عالم و دلوں کے ذرا آفت، خدا و

بہ منزل میں غمیں طے، عشق ہے وہ منزل
یہ ایک وہ گیشہ میلان سے نہ ملے
دل پر حرمِ فانی کی وہاں مرگ کا تم ہے
چلی آئی ہیں آشی و آرزو میں ایک عالم کی
میت کر بھی دارِ غمِ غم شہید ہے
وہ راہ ہے وہی تامل مگر جگہ
کیا ہو چننا ہے مگر کہ کیا ہے دل
اچھے ہیں عشق و دعا، اہل جگہ
کوئی دیکھتے ہیں میرا آب و گل میں کیا
عاجز دل پہ کیا گوی عشقِ دعا ہو کر

نغماتِ دلجو

تیرے ستم و اجاد کے عمار نہیں ہیں
دل سے بھی اب آئی نہیں آفاقی تیرہی
مے داو ہے، کچھ داو کے غلام نہیں ہیں
صفت ہوئی ہر گوش بتا دلا نہیں ہیں
آج پہلوس کیوں ہے نہاں
کیا ہوئی آہ آہ کی آواز

تالے چھینا رہیں، نہ پیش ہے نہ پیش ہو
باقی نہ دیا کوئی زباناں دہشت
نہ چیز اسے ناموری حسد، امید باقی ہیں
دیا ہے خاک و دل تالہ شکن روبرو
دیا ہوں کچھ آقا رحمت ابھی، قافی
گھوٹی ہوئی دہچکے مری دل کی غصاں
مری فکر و سیر کا فیض جاری ہے گشت ہے
پہلوس ہر گوش بتا دلا نہیں ہیں
کوتی اس جبرست کی بھی حد ہے قافی
ہم شب، ہمیں اسید ہرگز کئے ہیں
کب رنگ و دل لاؤں حد رنگ جنوں کو

جنوں

دکھ پنیر جنوں سے سسرو کا پانی نہیں
کب تک رہیں گے ہاتھ گروں بارہنیں
کب تک جوا تھ چم و چراغ جنوں رہا
بے آواز فطرت سے آواز آئیں
پھر گوش گیر مطلق زخمیر ہے جنوں
صحرانہ جنگل زباناں کچھ ہوئے
طوبی، اضطراب جنوں، غم کے ہے
پیشا ہوں مچ خاطر داناں کچھ ہوئے
اب جنوں سے بھی توقع نہیں آئی کی
خاک داناں بھی بہاؤ زار داناں نکلا
لیجے کیاں اس کی غم و دشت جنوں کر کیا کیجئے
اپنے ہی دلوں سے دل کا دامن دشت گدی چوٹ گیا
پھر خوب ہی طوفان زخمیر لگتا آئی
ورہو ہے دشت کب پھر سوسنا

دشت

پھر خلاق، دلی و انفس چاہتا ہے، انفس ہے
پھر مری دشت نے رو سے بابہ زباناں کچھ ہے
پھر ہو اگر طربیاں میں لہروں کا جوہر
خاک و دل، شہنشاہی ہے تسلیم بیباں کچھ ہے
کاہل و دنیا کی دشت نے پست کی ہے
خاک و دیرانہ، کبیر نظر آئی
جس سے کتنا کی دلی و انفس ہے مست
جوش، دشت کا تھا غلابہ اگر بیباں کی

دشت، دل سے پھر نہ چلیئے خلا سے چروا
فرزنگی تو پناہ دے رہی نہیں ہے
کچھ تو خودی کو روپا لاتی بنائیں؟
دشت شہنشاہی نے جب پرشیں دیاں

فرزنگی و بیباں کی

جس سے وہ ازل و ابد کی نظر لہو لہو
جس سے وہ آواز و غم و زباناں ہو گیا
دشت شہنشاہی نے جب پرشیں دیاں
سرخ شہنشاہی نے خانہ زخمیر و کچھ کو

زباناں

بیت وہ آواز و غم و زباناں ہو گیا
موت ہوئی آگیا زبانی و دشت کچھ کی کریم؟
خزاں، خزاں کی کالائے تو نہیں فعل ہمار
برکازی زخمیر کی زباناں سے باہر دیکھنا

فصل گئی آئی واپس آئی دیکھو اور نہ عیاں مکتبہ

گو خاک ہر دل گواہان نہ گئے ہے ناز و کوار اور نہ ہوا تبت

سہا سوتے ہیں ہم اور بھی چل بیتے ہیں زمراں کو

کہیں نہ تیر گھوڑوں پر کوئی قراں پر ہوتے

نظم و شطح ہے کہ نہ نواں کوئی بھی چلا

اپنا ہی میں نہ نواں ہوں اور گھبرا گیا ہے

ظہر و لعل کی آواز اور ادا کی کوئی دیکھو

صفت و افسوس ہے اس پر غصہ نہیں

بے گناہوں سے کہ نہیں چمکا بھی آئی

بے گناہوں کو بھی تو ہم سہارا کر

ہند ہے اب غصہ ہوں سر تو شہ ہے

آسمان گر کوئی چاہے دیکھا غصہ

دیکھنے کیا آئی کہ تو ہے ہمارا بے ہوش

سورج کی گدگد اب کیا کہیں کسی کا نام

ظہر و لعل کی ایک ایک طرف سے کہ نہیں

قافیا و سفید بے لگا ناہ ہے تو کیا کہ

نظم و افسوس کی کہ صفت و تبت

دور کی بھی پہن بھی نمی تو کی جڑ سے

سورج نے تو بے داناں کو بے گناہ چلا

سورج کی سہارا ہے واپس نہ ہوا

برقش پاکو دیکھ کے دھن ہوں سر کوں

گم کردہ راہ ہوں قہر و افسوس کے

کاشی بھڑکی ہوں اور دھن ہی بھر نہیں

ہوں اور غصہ ہوں اور نہ کہ دیکھ

سادگی ہے دور دل مری رنگ گدگد چلا

بکہ کہ کے چارہ سانسے لکھو دی تبت

کہا چارہ لکھ اب بھی لکھ امید شفا ہے

نہر و راہ سانسے دل و دھن کی کہ تبت ہے قہر

دھن کی کہ تبت میں کہ تبت کہ تبت

بہر و نال و نہ تبت شام تم گئی

نظمیہ

نظمیہ

ساحل

رویا

چارہ سانسے

نظمیہ

میںوں نہ خیر نگہ جنوں پر کوئی قرباں ہو جانے
مگر وہ صحرانگ ہمارے قورمیں ہو جانے
بہر ساقی میں ہمارے گھر کی کیفیت نہ پچھا
بند دروازے پر عیشہ خالی دل ہمارا مفرکھا
دل ڈوسو نہ آجے مگر کوئی دولوں جہاں سے دور
اسی آپ کی زمیں سے الگ آسمان سے دور

کاشیہ نہ
فیضیں

آسمان، دوسرے کافی جہنم میں نہیں
دور کیا فرض ہے کوئی صحرانگ
جہانِ خارج نہیں ہے بھی حاقی میں
کپا نہیں ہے کوئی سحرستان نکلا
دور کی ہر شے ہر شے میں لڑتے ہو
اپنے میں نہیں کی تفسیر کو کیا کہنے
بتایا تھا نہیں طاق کی برکس گھڑی یا سپ
بھی جاتی ہے ہر رقی ہر شاعرا نہیں پر

آشیاں

پھر اب شکوہ ہے جنگا سہ رقی
اب اس سے آگ ہی الگ ہونے آشیانے کو
ہمیں میں رقی نے بھی لکھا ہم لڑتے تھے
ہمیں کے زیرِ اثر ہو رہے تھے سستی کہا
آشیاں ہر گرم رقی کی باری آئی
خود اسے فدا ہو بارگ میں میا نہیں
ہر رنگ کے شعلہ کی قرباب لگے لگے
کہ بکیروں کو آسمان نہیں ملتا
زبان کھینچے ہے فکر کشیاں پر
تنگی کی بہت تھی آسمان کی

زندگی

زندگی نام ہے مروجے جتنے جانے کا
بھتی ہی نہیں شمع جتنے جاتی ہے
جاری ہے نفس کی آواز خدا فانی
کتنی ہی نہیں راند اٹھنے جاتی ہے
میں زندگی کو بھی جیتا تھاں ہے
میں زندگی کو بھی تروید زندگی ہے

ہر گویا انتخاب ہی گوری
کس خزانے سے زندگی آفانی
یہ زندگی کی ہے درد اور حقیر فانی
ہر زندگی کا نام نہ رکھ زندگی دل
گور میں بھی خواب ہر شے نیند کی جی گوری
دور نہ فرودس کیا جہنم کی
گرم و سرد نہ تھکے ہو
جہ ایک طبعی اجتماع اعداد

نہا نہ

دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی

ظہر

دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی
دنیا جسے کہتے ہیں زندہ فانی

ظہر نہ

کوئی دوسری نگین نہیں ہے ہم نے راحت
نہا جانے، آفتابِ سما کیا چاہوں
دائے کی پر مطلق پیہم کیا
باس و امید دی وہی دھم کیا

خیر و عظم پرستی کی کیا نصیب:

داس آئے ہیں، اشک و آہ مکے
گردِ آب و بوسے غم سے ماز
ہم نے پڑھا حالِ فانی اور مجھے کچھ کچھ
بات تو کچھ بھی نہ تھی، اک اور چار نہ تھی
غم کو بہت سے طرح اسرار کائنات
پر غمتِ غم کو کچھ انساں بتا دیا
غم جس پر نظر آتا تو ہر دہان کے

سرگزشتِ غم:

غم اصل کائنات ہے، اول جو ہر حیات
دل غم سے غم ہے دل سے عشاقِ بزرگ
اک غم کے اک حیاتِ بزرگ سہاں کے ہے
زندگی کا کوئی پہلو ہی نہ تھا جو غم نہ تھا
اس کی کشتی، تھی میں کوئی راحت نہ ملی جو غم نہ ہوئی

یا عشقِ درد مند تھا یا مسرتِ درد
وہ غمِ حسنی جو اکی غم نہ ہوا تھا
جہ دورِ حقیقت، یہی حقیقتِ کالی
یا طوفانِ غلط ہوگی تو غمِ طیر ہے
اک جانِ جہاں طیر ہے، وارثِ غم ہے
اک دل ہے، سورج سوختہ سماں کی تہاں
ہم کشتی کا غم ہے یہ الزامِ زرگی
فانی اس عالم کا ہر مں سر رہا غم تھا
بجسب گیا، خاک میں تو ہم غم جہاں گئے

غمِ روزگار کا بدل غمِ دل:

اک سیرِ تنہا، ہر کر غمِ دنیا سے نفاں ہیں
مری آزاروں کا راسخہ جھوڑو جانا
ہر دل غم سے غم نے بزرگی
گواہ ہے وہی غم سے نجات
یہ دورِ طاعنِ جنت، وہاں بھی ہے
قضا و تدبیر کے طاقِ غمِ روزگار کا
چنے ہانے کی کست کس سے اجتناب کی تھی
تو غم نے بھائی زندگی کی کند و برون
یہ سماں نہ ہو تو غم سے
اہلِ دل پر وہ زندگی ہے حوام

روزگار و محبت:

صحن کی دو دنیا تھیں، عشق کی دو خاک تھیں
ہائے دو زندگی، خواب و خیال ہو گئی
احسانِ محبت ہی مری موت ہے فانی
اس زندگی میں نے کچھ جان سے مانا
یہ بد روزگار غمِ دنیا سے، فکرت کو غم کو
سحرِ آسٹنا دیکھا، اکرمِ آسٹنا پایا
مروں ایک عمر فانی، زندگیاں، عالمِ بنگلہ کی
مری رنگ گشتِ کھینچا ہے محبت نے سر میں
قیامت ہے یہ رنگ، اس سماں کو یسین
ہوئے راحت، حبِ دل کا نہایت کشمیر
خفق ہو گئی کیا صورتِ گد، اب دل نہیں
آئینہ ہے غم کی بیچی جاگتی تصویر

نہیں ضرور کہ مر جائیں جہاں شمار تھے
 یہی بہت ہے کہ جیتے تمام ہو رہے
 بچنے ہی نہیں دیتے مرنے کی نہیں دیتے
 کیا تو نے جیت کی ہر رسم اٹھا لائی؟
 عشق کا نام کیوں کریں بنام
 زندگی تھی خواب ہو کے رہی
 ہی کو مرنے تو ہر نہ ہوا لیا
 کیا کرو گے وہ نگر باؤ آٹا؟
 پھر کسی کی یاد سے تڑپا دیا
 پھر گیا تمام کر ہم نہ گئے
 جب کہانے تمہارا جام لیا
 کر یہ بے قصور اٹھا دیا
 روز بے درد جیت کا قراہ اٹھا
 روز دل میں تری تصویر بدل جاتی ہے
 سونگ سے نکلی ہیں کتاب کی
 جب اس کو نہ پایا تو اس کی کچا
 کہتے ہیں جسے عشق وہ دنیا ہے اپنا
 کہ تو میرے مطلب میں ہیں کام حرم سے
 عشق نہ کہو کہ زبان سے دل والوں کا

شہزادہ عشق:

مجھ کو آداب و عالم ہے جیت
 مرنے کے پہلے ہیں تو بچنے کے قرینے
 اور اک ہے عکس مری شہر یہ سری کا
 سوراہے پہ غلوں بہت مرنے سری
 اس خاک دانا چروا کیا اس وقت کہوں
 پھر تا بول نہیں دیتا جیت لیے ہر نہ
 اسی کو جہاں وہاں عشق کہتے ہیں
 جہاں اس کی ساقی ہوتی ہے
 وہاں جیت کی بجھتی نہیں چنگاری
 آفتابے رحمان میں تک ناکہ حرم دل سے
 جو حسن و کلاں میں وہ دل ہی نہیں رکھتے
 دنیا سے جیت میں کہہ ہے دھبہ خاد
 ہم نے چائی ہیں است و ہر دو ہک راہی
 کہیں پاؤں نہ نکلا کہ جسے روانے کا
 ہر دے سے کہے غالب نا کہ پلٹ آئے
 کہہ میں ہے سنا بہت جگہ لگ لگتا
 حرم و دیر کی گھون میں شہر بھرتے ہیں
 جہم زباں میں جوشاں نہیں ہونے پتے

پیر حرم:

ہمیت ہے تیار گزروں میں معلوم ہوتی ہے
 حرم میں تو ہی بھٹکی تو نہ لگا
 نہیں معلوم راہ عشق میں ہے ہی کوئی منزل
 جہاں تک کہ نظر ہے وہاں معلوم ہوتی ہے

منزل:

میری ہر منزل نشانی رہے منزل میں

حدیث جب بھی نظر ہو نظر کے ہی

طلب:

طلب شخص ہے سارا عالم
 کوئی غالب ہے نہ کوئی مطلب
 دشوار دیکھا سے غالب نہیں نہ دے
 یوں ہیں تو قرار ہوا ہی نہیں جاتا
 عزیز خاطر ہے جہاں میر ہے
 ہر ایک فرد جو اس عالم غبار میں ہے
 نہ سے میں ہے ہم دست و پا نہ گزرا
 کہ ہے کوئی دست و پا نہ گزرا
 ظرافت و بکا بہ قدر مست و شہر لکھی
 کہ کہ ہر فرد میں پیدا ہو مست ہو کر

قرب:

ذرا دور دانا بیادیں سے جو اٹھتا نہ ہوا
 فصل کے شوق کا وہ خط زباں نور جھانکا
 دلچسپ و شگفتہ ہے روزگار اور بیادیں جو جھانکے
 وہ ایک ایک ذرا کا ورنہ اپنے دل کا طور بوجھا
 ہر چہ وہ بھانسنے غزل کی ہے آواز
 بیادیں کو یہاں سے سننے ہی کچھ خاک کے دوسے
 دل خاک ہوا ہر چہ نہ اگر بسنی کی طوٹ ہو بالی ہو
 خاکہ دانی کی قہر ہے لکھنے و شعر چھوڑ
 کس سے بیکار تیرے زمانے نے بیادیں ہونا
 ہر قسم زبوں آواز سے کا کڑا گیند ہے
 خاک دل دھڑا کر گئی کا فرغ غم ہے

دل:

دل معنی صبر ہے، اور صبر معنی صبر
 بلا ہے میں تو کشتی کے پیر
 خدائے دل کو کشتی کے لکھے
 نہ ابد کی خبر ہے نہ انتہا معلوم
 تیرا صبر و صبر میں مشابہت ہے اب دلی
 مامور خواہش بھائی دلیاں دلتا

تصویر کی:

ہر ذرا نگاہ غلطی خود (بے) نام و نئی گمری چشم و گوش تھا
 ایک سبب ہے کہ نہ بھانسنے کا
 اگر شہر تیرا ہے خیال تو یہی خواب کا
 تجھ میں تھیں دیکھتے تھیں اس مامور کی نہیں

آواز و بک جہاں آفریں ادیب ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کی منقروادستان تاریخ سدا سنو نوشت جلیغ غری

گردِ راہ

شائع ہو گئی

نصف صدی کی طبعی، ادبی، فکری، تمدنی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کا آئینہ خانہ

آئینہ میں اپنی تصویرت کی پہلی دستاویز

مقدمہ: ڈاکٹر تقیادری

موضوع: موجود

قیمت جلد: ۵۲ روپے

آئینہ طبعیت

طبع کا پتہ: حکمت بشار افکار، رابین روڈ، کراچی